تعبیراتِ آزادی کی تغیّر پذیری

ڈاکٹر آصف علی چٹھہ

اسسٹنٹ پروفیسر اردو

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

EVOLUTION OF INTERPRETATIONS OF FREEDOM

Asaf Ali Chatta, PhD
Assistant Professor of Urdu
Punjab University Oriental College, Lahore

Abstract

Freedom is perhaps the most cherished passion of humanity. History witnesses that individuals and nations have made supreme sacrifices to achieve and maintain it. But the tragedy is that man has been slaving his fellows. This article is a study into the evolution of various concepts of freedom through history. It concludes with the assertion that ultimately it is Islam which presents the most comprehensive and perfect model of this concept and bestows humanity with dignity, regard and confidence.

Keywords:

عیسیٰ، ہوبس، ڈیوڈ ہیوم، روسو، آزادی تصور، تغیرات، اسلام، سورج،
علم سیاسیات، یونانی، فلسفی، حجۃ الوداع

آزادی کا تصور مختلف معاشروں اور ادوار میں تغیر پذیر رہا ہے لہٰذا آزادی کے حقیقی مفاہیم، مقاصد اور حدود وقیود بھی غیر متعین رہے۔ چونکہ فرد اور معاشرے کے درمیان ربط و تعلق اور حقوق و فرائض کے متحرک تصورات کے باعث آزادی کی تعبیریں ارتقا آشنا رہیں چنانچہ مفکرین نے عصری تناظر اور ترجیحات کے پیش نظر آزادی کی تعریفیں کیں۔ گویا مختلف ماہرین سماجیات و بشریات کے تصورات آزادی بھی مختلف ہیں۔ مثلاً ہوبس (Hobbes) آزادی کی تعریف یوں کرتا ہے:

"Liberty or Freedom signifieth (properly) the absence of opposition; by opposition I mean external impediments of motion..... A free man is he, that in those things, which by his strength and wit, he is able to do, is not hindered to do what he has a will to....(۱)

ہوبس (1679ء۔1588ء) کے دور میں جاگیردارانہ نظام اور پاپائیت کا راج تھا چنانچہ اس کے ہاں شخصی آزادی بہت محدود اور مشروط صورت میں نظر آتی ہے۔ گویا فرد کی آزادی کی حفاظت حکمرانوں کا فرض نہیں بلکہ احسان ہے۔ ڈیوڈ ہیوم (1776ء۔1711ء) آزادی کی تعریف اور وضاحت میں لکھتا ہے:

"Liberty is the perfection of civil society; but still authority must be acknowledged essential to its very existence."(۲)

گویا ڈیوڈ ہیوم کے نزدیک آزادی کا راز پابندی میں مضمر ہے۔ اگر فرد اپنے جبلی رجحانات پر معاشرے کے اصول و ضوابط کو فوقیت دے تو ایک خوبصورت سوسائٹی تشکیل پاتی ہے جو فرد کی آزادی اور بقا کی ضمانت دیتی ہے۔ ڈیوڈ ہیوم کے مطابق فرد اسی صورت میں ریاست کی اطاعت کرے گا جب ریاست بھی اپنے فرائض منصبی بخوبی سرانجام دے۔ بصورتِ دیگر فرد کے پاس بغاوت یا انقلاب کا حق موجود رہتا ہے۔

روسو (1778 - Jean Jacques Rousseau ء۔1712ء) انسان کی فطری آزادی کو بہت اہمیت دیتا ہے اور اس کے بقول انسان آزاد پیدا ہوا تھا لیکن جہاں دیکھو زنجیروں میں جکڑا نظر آتا ہے۔(۳) لیکن وہ ریاست کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک ہر طرح کی پابندیوں سے کلی آزادی، غلامی ہی کی ایک شکل ہے جو کسی صورت میں قابل تعریف نہیں۔ لہٰذا وہ اپنے جمہوری نقطۂ نظر کی روشنی میں ریاست اور فرد کے درمیان ہم آہنگی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ دونوں کو اپنے اپنے دائرۂ عمل میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ روسو کہتا ہے:

"The mere impulse of appetite is slavery, while obedience to law which we prescribe to ourselves is liberty." (۴)

رابرتو زیولیونی (Roberto Zaverlioni) بھی تقریباً اسی نقطۂ نظر کا حامل ہے۔

"Freedom is limited by the condition of actual life for idea of absolute freedom, we substituted the idea of freedom in various degrees." (۵)

روسو آزادی کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب معاہدۂ عمرانی (Social Contract) کے باب غلامی میں لکھتا ہے "کسی کا اپنی آزادی سے دست بردار ہو جانا انسانیت سے دست بردار ہو جانے کے مترادف ہے اور ایسی صورت میں وہ انسانیت کے حقوق ہی سے نہیں، فرائض سے بھی دست کش ہو جائے گا۔ اس شخص کے لیے جو ہر چیز سے دست بردار ہو جائے کوئی معاوضہ ممکن نہیں۔ ایسی دست برداری فطرتِ انسانی کے خلاف ہے، اس لیے کہ ارادہ سے آزادی کو خارج کر دینے کے معنی اپنے اعمال سے تمام اخلاق خارج کر دینے کے ہیں۔" (۶)

علم سیاسیات میں فرد صرف اٹھارہویں صدی میں پیدا ہوتا ہے اور روسو کا یہ نعرہ کہ "انسان آزاد پیدا ہوا تھا اور میں اسے ہر طرف زنجیروں میں جکڑا دیکھتا ہوں۔" انفرادیت کو علم سیاست میں داخل کرتا ہے لیکن فردکی ذاتی شخصیت اور اس کے حقوق کا دعویٰ کرنا ایسی جرات کا کام تھا کہ روسو بھی صرف نعرہ ہی لگا کر رہ گیا۔ (۷)

انیسویں صدی میں جان سٹوارٹ مل (1806ء۔1873ء John Stuart Mill) نے بھی آزادی کی قدر و قیمت اور اس کے مضمرات پر روشنی ڈالی۔ مل کے خیالات کا جوہر یہ ہے کہ جو آزاد نہیں ہے وہ انسان نہیں ہے۔ جس کو ہم پوری آزادی دینے سے انکار کرتے ہیں، اس کو ہم پورا انسان نہیں سمجھتے۔ اس کے نزدیک آزادی انسان کی ان خاصیتوں میں سے ہے جن کے بغیر وہ انسان نہیں ہو سکتا کیونکہ یہی تمام خاصیتوں کو حرکت میں لاتی ہے۔ انسان کو خدا نے سمجھ دی ہے لیکن اگر وہ اپنی سمجھ سے کام نہ لے یا دوسرے اسے کام نہ لینے دیں تو اس میں اور دوسرے جانوروں میں کوئی خاص فرق نہیں رہتا۔ (۸) غیر معمولی ذہانت کے اشخاص صرف آزاد فضا ہی میں سانس لے سکتے ہیں۔ (۹)

یہ امر پیشِ نظر ہے کہ یہ چند جدید دور کے ماہرین کے تصورات آزادی ہیں، جبکہ قدیم زمانے میں آزادی کا مفہوم اس قدر وسعت اور گہرائی کا حامل نہیں تھا البتہ یہ امر مسلمہ ہے کہ انسانی جذبوں میں شاید سب سے عزیز اور معتبر جذبہ آزادی ہی کا ہے اور آزادی کامل کی طرف انسانی سفر بتدریج جاری رہا۔ انسائیکلوپیڈیا امریکانا انسانی تہذیب میں آزادی کی اہمیت اور ارتقا پر یوں روشنی ڈالتا ہے:

"In the evolution of mankind and civilization no concept has played a more important role than liberty. In all societies and groups, social, economic and religious or political the relation between the individual and other individuals, as well as with the whole groups, always involves

the issue of liberty- that is the extent to which the individual can determine his own destiny and act as he wishes, unconstrained by others. The concept of liberty has two basic aspects: a positive aspect that focuses on freedom to participate in the decision making process of the group, and the negative aspect that considers an individual's freedom governmental or social constraints." (۱۰)

انسان اشرف المخلوقات ہے تو جذبہ آزادی محبوب الجذبات۔انسان شہکار خداوندی ہے تو آزادی عظیم عطیہ خداوندی۔لیکن یہ امر باعث حیرت ہے کہ خدا نے انسان کو جس شرف وعظمت سے نواز کر دنیا میں اتارا تھا اس کو خود انسان نے انسانیت سے دور رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی ۔انسانوں کو آزادی کی نعمتوں سے محروم رکھنے اور غلامی کی لعنت کو رواج دینے والا بھی خود انسان ہی ہے ۔چنانچہ جب ہم انسانی زندگی کی معلوم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو غلامی کی تاریک سیاہ رات دور دور تک پھیلی ہوئی نظر آتی ہے ۔

جہالت اور لاعلمی انسانی شرف کے حصول میں سب سے بڑی سد راہ بنی رہی اور ساحروں، دیوتا پرستی کی جاہلانہ رسوم اور مطلق العنان ہوس پرست حکمرانوں نے انسانوں کو خوئے غلامی میں پختہ تر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ۔نتیجتاً ایک طویل عرصہ انسان دیوی دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھتے رہے۔

پیرو کے قدیم باشندے، چودہ سالہ حسینہ کا اپنے دیوتا ہوا کا سے بیاہ کرتے ۔تین دن جشن شادی کی تقریبات منائی جاتیں اور چوتھے روز دلہن، دیوتا کی بھینٹ چڑھ جاتی ۔(۱۱) پھر ایتھنز میں سزائے موت کے قیدیوں اور اسیرانِ جنگ کی معقول تعداد کو ہر پانچویں برس، زمین کی زرخیزی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ۔انداز نہایت سنگدلانہ تھا۔لکڑی اور گھاس کے کھوکھلے دیوقامت بت بنا کر، ان میں قربان کیے جانے والے انسانوں کو بھرا جاتا اور بعدازاں آگ لگادی جاتی (۱۲) اور تو اور بے جان پتھر، پودے، جانور اور کنویں وغیرہ قابل پرستش ٹھہرے اور انسان صدیوں ان کا پجاری بن کر زندگی گزارتا رہا۔

انتہائی المناک امر یہ ہے کہ انسانی تذلیل صرف بت پرستی تک محدود نہ تھی بلکہ بتوں کی خوشنودی اور معجزوں کے ظہور کی خواہش میں بے شمار انسانوں کا بتوں کی بھینٹ چڑھ جانا انسانی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔

اقبال آفاقی اپنے ایک مضمون 'قدیم مذہبی ادراک' میں ایک دلدوز منظر کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں:

> ''معجزے کے حصول کے لیے بعل کے مندر میں نوعمر لڑکوں کی قربانی کی رسم جاری تھی، مندر کا بڑا دالان لڑکوں اور رضا کاروں سے بھر چکا تھا، پجاری ان لڑکوں اور رضا کاروں کو باری باری کرونوز کے بت کی آغوش میں دیتے جاتے، جہاں سے پھسل کر وہ جہنم کی طرح دہکتے آگ

کے گڑھے میں گر جاتے۔قربان ہونے والوں کی تعداد پانچ سو تھی، ماؤں کی آنکھوں سے رواں آنسو منجمد ہو چکے تھے۔" (۱۳)

جب ہم الہامی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بھی انسانی غلامی کے عروج و زوال کو بیان کرتی ہیں۔ عہد نامہ عتیق اور قرآن مجید میں مصریوں کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی غلامی اور پھر حضرت موسیٰ کی وساطت سے ان کی آزادی کا تذکرہ موجود ہے۔فراعنہ مصر نے سالہا سال لاکھوں انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔لوگ نسل در نسل جبری مشقت کا شکار ہوتے رہے اور حقیقی معنوں میں جانوروں سے بھی بدتر زندگی بسر کرتے رہے۔اہل مصر نے نہ صرف بنی اسرائیل کو قید رکھا بلکہ قرآن مجید بتاتا ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیا جاتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھا جاتا کیونکہ نجومیوں نے پیش گوئی کی تھی کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا بادشاہ کی سلطنت کے خاتمے کا باعث ہوگا۔اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے اور فرعون کی فوج سمندر میں غرق ہو گئی۔یہ الگ بات ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب بنی اسرائیل احکامِ خداوندی کو بھول گئے تو دوبارہ غلامی کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔

یونانی معاشرہ اپنے فہم و فراست اور علوم و فنون کے باعث بہت مہذب تصور ہوتا تھا لیکن اس معاشرے میں بھی تفریق معاشرت نے غلامی کو پنپنے کے فراواں مواقع فراہم کیے اور انسانی آزادی کا بہت گھٹیا تصور مروج رہا۔یونان کا سب سے بڑا فلسفی افلاطون (۴۲۷۔۳۴۷ق م) اپنی کتاب ریپبلک (Republic) میں کہتا ہے: "شہریو! تم آپس میں بھائی بھائی ضرور ہو مگر خدا نے تمھیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے۔تم میں سے کچھ میں حکمرانی کی صلاحیت ہے اور انھیں خدا نے سونے سے بنایا ہے کچھ چاندی سے بنائے گئے ہیں جو ان کے معاونین ہیں۔پھر کاشتکار اور دستکار ہیں جنھیں اس نے پیتل اور لوہے سے بنایا ہے۔" (۱۴)

اس "مہذب" معاشرے میں مساوات اور عدل و انصاف صرف آزاد شہریوں اور طاقتور کا حق تھا۔ کم تر درجے کے لوگ اور غلام اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔چنانچہ افلاطون کہتا ہے:

"میں اعلان کرتا ہوں کہ انصاف طاقتور کے مفاد کے سوا کچھ بھی نہیں۔دنیا میں ہر جگہ انصاف کا بس ایک ہی اصول ہے اور وہ ہے طاقتور کا مفاد اور یہ کہ غلاموں کو وہی سزا ملنی چاہیے جس کے وہ مستحق ہیں ورنہ ان کا دماغ خراب ہو جائے گا۔" (۱۵)

افلاطون کی ریاست کا اگر انسانی آزادی کے نقطۂ نظر سے بغور مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ جس ریاست کا خواب دیکھتا ہے وہ انسانوں کی نہیں بلکہ جانوروں کی ریاست ہی ہو سکتی ہے۔وہ لکھتا ہے:

"ہمارے محافظوں کی بیویاں مشترک ہوں، بچے مشترک ہوں، ماں باپ اپنے بچوں کو نہ پہچانیں، نہ بچے اپنے ماں باپ کو۔" (۱۶)

افلاطون کے عزیز شاگرد ارسطو کے ہاں افلاطون کی نسبت آزادی کا ایک روشن تصور موجود ہے لیکن اس کے نزدیک بھی غلام فہم وفراست کے مالک نہیں ہوتے لہٰذا ایک غلام کبھی بھی اپنے آقا کے برابر نہیں ہوسکتا اور معاشرے میں غلاموں کا وجود ضروری ہے کیونکہ بہت سے امور ایک غلام کے بغیر انجام نہیں پاسکتے۔

حضرت عیسیٰ انسانیت کے نجات دہندہ بن کر تشریف لائے اور اپنے پیغام میں انسانی آزادی کو خاص اہمیت دی۔ان کے نزدیک حقیقی معنوں میں آزاد وہ ہے جو مخلوق خدا کی ضروریات پوری کرتا ہے۔خلق خدا کی خدمت پارسائی اور راستبازی کی میزان ہے اور راستبازہی حقیقی معنوں میں آزاد ہے۔(۱۷) حضرت عیسیٰ نے خدا کے الہامی پیام کی روشنی میں حریت فکر کے چراغ روشن کیے اور انسانوں کو گناہ کی غلامی سے بچنے کی تلقین کی لیکن خود ان کی قوم نے ان کو مصلوب کرنے کی کوشش کر کے گناہ کی غلامی اختیار کی اور ان کے بعد فکر وعمل کی آزادی پر سخت پہرے بٹھا دیے۔یہاں تک کہ کوئی انسان اپنی مرضی سے رجوع الی اللہ بھی نہیں کرسکتا تھا اور توبہ کرنے کے لیے بھی پادری کی غلامی اختیار کرنا پڑتی تھی۔

غلامی، گھٹن، انسانی تذلیل اور بے بسی کا یہی دور تھا جب پروردگار عالم نے انسان کو دوبارہ عزت اور وقار سے نوازا اور پیغمبر انسانیت جناب رسالتمآب ﷺ کا ظہور مسعود ہوا۔آپ ﷺ سے قبل انبیاء علیہم السلام کسی خاص امت یا علاقے میں ایک خاص زمانے کے لیے ہدایت کے واسطے تشریف لاتے رہے لیکن اللہ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیا اور رحمت للعالمین کا تاج پہنا کر تمام انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔آپ ﷺ نے اسلام کے پیغام توحید کی صورت میں قریش سے جو پہلا خطاب فرمایا وہ تمام جھوٹے خداؤں کی غلامی سے آزادی کا پیغام تھا۔گویا آزادی اسلام کے پیغام کا بنیادی جوہر اور روح ہے۔

دین اسلام کا سورج طلوع ہوا تو غلامی کی طویل تاریکی کافور ہوگئی۔خانہ کعبہ سے تین سو تیرہ بتوں کا خاتمہ دراصل غیروں کی غلامی اور بندگی کی جاہلانہ رسوم کے تابوت میں آخری کیل تھا۔آزادی کا سویرا طلوع ہوا تو محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے۔بلال حبشی خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر موذن کے بلند منصب پر فائز ہوگئے اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے بلند مرتبہ شخص انھیں سیدنا بلال کہہ کر مخاطب ہونا شروع ہوگئے اور سلمان فارسیؓ حضرت علیؓ کے اہل بیت میں شامل ہوگئے۔

دین اسلام نے انسانی آزادی اور عظمت کا پیام دے کر تمام مومنین کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور رنگ نسل اور معاشرتی مقام ومرتبے کے بجائے تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا۔آپ ﷺ نے عملی اقدامات کے ذریعے اسلامی معاشرے کو مثالی بنا دیا۔مواخاتِ مدینہ، اخوت کی وہ روشن ترین مثال ہے کہ تاریخ ایسی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔آپ ﷺ نے غلاموں کی رائے کو اہم امور میں احترام دے کر مشاورت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں کفار سے نبرد آزما ہونا چاہتے

تھے لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سن کر آپ ﷺ نے فیصلہ بدل لیا اور مدینہ کے اندر رہ کر خندق کھود کر کفار کا مقابلہ کیا۔ گویا آپ ﷺ نے جہاں عوام کو امیر کی اطاعت کا حکم دیا وہیں امیر کے لیے عوام سے مشاورت اور ان کے سامنے جواب دہی لازم قرار پائی۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کی صورت میں انسانیت کو انسانی حقوق کا وہ عظیم ترین عالمگیر، آفاقی اور ابدی چارٹر عطا کیا جو انسانی آزادی اور عظمت و شرف کا ضامن اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ نے جاہلیت کی تمام رسوم کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیا اور رنگ، نسل، قبیلے اور ذات پات کی تقسیم کو ختم کر دیا۔ غلاموں، بے کسوں، کمزوروں اور عورتوں کے حقوق پہ بہت زور دیا تا کہ مساوات، بھائی چارے اور انسانی آزادی کو تقویت اور فروغ ملے۔ سود کا خاتمہ فرمایا تا کہ کوئی کسی دوسرے انسان کا استحصال نہ کر سکے۔ ایک دوسرے کی عزت اور خون کو محترم ٹھہرایا تا کہ تمام لوگ آزادی اور وقار کی زندگی بسر کر سکیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام امور میں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی تا کہ کوئی تنہائی میں بھی جادۂ حق سے سر مو انحراف نہ کر سکے۔

اسلام ہے ہر بے کس و مسکیں کا طرفدار
اسلام ہے ہر بندۂ مظلوم کا حامی
خالق کا ہے مقصود کہ آزاد ہو مخلوق
گردن میں کسی کی نہ رہے طوقِ غلامی (۱۸)

اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام آزادی کامل کا علمبردار ہے چنانچہ اسلام یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک مردِ حر خدا کے سامنے بھی سربسجود ہو اور ساتھ ہی اس نے اپنی خواہشات کو بھی معبود بنا رکھا ہو۔ اسلام کے مطابق حقیقی معنوں میں وہ شخص آزاد ہے جو ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات سے بھی آزاد ہے۔ اسلام اپنی تعلیمات اور عبادات میں اس طرف خصوصی توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دین اسلام زکوۃ کا حکم دے کر مال کی محبت سے آزادی کا راستہ بتاتا ہے۔ روزہ سے نفسانی خواہشات پر قابو پانے کا گر سکھاتا ہے اور ہجرت جہاد اور حج کا حکم دے کر زمین، جائیداد، مکانات اور اہل و عیال کی بے جا محبت سے رہائی دلاتا ہے۔

سید علی خامنہ ای آزادی کے اسلامی تصور پہ روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلامی اصطلاح میں آزادی کا مطلب صرف بیرونی قید و بند اور غلامی کے ظاہری بندھنوں سے دوری اختیار کر لینا نہیں بلکہ غلامی کی داخلی زنجیروں سے چھٹکارا حاصل کرنا سب سے بڑی اور اہم آزادی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ظاہری آزادی سے مالا مال اور داخلی آزادی سے محروم ہو تو اسلامی افکار و عقاید کی رو سے وہ آزاد نہیں۔" (۱۹)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آپ ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ ﷺ نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ یعنی ان پر سے بوجھ اور طوق جوان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔(۲۰) بلاشبہ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کو امن، مساوات اور اخوت کا پیغام دے کر اس کے سر سے غلامی کا بوجھ اور گلے سے غلامی کا طوق اتار دیا۔

آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں عملی اقدامات سے رسمی غلاموں کو بھی عزت و شرف کے ایسے مقام پر فائز کر دیا کہ جن پر لوگ رشک کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینبؓ کو جنھیں بعد میں ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا، اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ سے بیاہ دیا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی کامل اتباع کا حق ادا کر دیا۔ انھوں نے ہر طرح کی کامل آزادی کو معاشرے میں مروج کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک عام شہری بھی اٹھ کر خلیفہ وقت کا مواخذہ کر سکتا تھا کہ اس نے یہ لمبی قمیض کس طرح حاصل کی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ ان کے بیٹے نے ایک دیہاتی نوجوان کو تھپڑ رسید کر دیا اور وہ شکایت لے کر خلیفہ وقت کے پاس پہنچ گیا۔ خلیفہ نے حضرت عمرو بن العاصؓ اور ان کے بیٹے کو دربار میں طلب کر لیا۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ دیہاتی نوجوان گورنر کے بیٹے سے قصاص لے اور گورنر کو بھی سزا دی جائے۔ گورنر نے پوچھا کہ مجھے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم کو اس لیے سزا ملنی چاہیے کہ تمھارے لڑکے نے تمھاری طاقت کے بھروسے پر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ نے گورنر سے مخاطب ہو کر وہ تاریخی جملہ فرمایا جو آج بھی پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم نے لوگوں کو کب سے اپنا غلام بنا لیا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے انھیں اس دنیا میں آزاد جنا تھا۔ یاد رہے کہ یہ روسو کے مشہور جملے سے بہت پہلے کی بات ہے۔

اسی طرح خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فرمان بھی سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ کسی دوسرے کے غلام مت بنو کیونکہ خداوند عالم نے تمھیں آزاد خلق کیا ہے۔ دراصل اسلام انسان کو تمام رذائل سے پاک کر کے خلیفۃ اللہ فی الارض کے ارفع مقام پر فائز دیکھنے کا متمنی ہے۔ لہٰذا کامل آزادی کا راز دین اسلام پر کلیتاً کاربند ہونے میں مضمر ہے۔ (۲۱)

مولانا ظفر علی خان نے "حبسیات" میں اس تاریخی واقع کا تذکرہ کیا ہے:

لوحِ دل پہ نقش ہے فاروق اعظم کا یہ قول
ہم نہ بھولیں گے کبھی اس آپ کے ارشاد کو

آدمی پیدا ہوا آزاد ماں کے پیٹ سے
کب سے تم لوگوں نے سمجھا ہے غلام آزاد کو
کاش یورپ جائے کوئی نکتہ ور اور یہ سبق
اٹھ کے دے تہذیب انسانی کے اس استاد کو (۴۲)

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آزادی کے چند مفاہیم اور تصورات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جو آزادی انسانی وقار اور بقا کی علامت ہے اس کا صحیح اور عملی تصور صرف دین اسلام میں موجود ہے۔ آج کے جدید دور میں مغرب جس آزادی اور روشن خیالی کا تصور پیش کررہا ہے وہ اسلام کے تصور آزادی کی خاک پا سے بھی کوسوں دور ہے۔ انسانی خواہشات اور شہوانی تمناؤں کو بے لگام چھوڑ دینا آزادی نہیں بلکہ غلامی ہی کی ایک گھٹیاترین شکل ہے اور جدید دنیا اسی کو آزادی کا نام دے رہی ہے۔ بیسویں اور اکیسویں صدی میں آزادی اور جمہوریت کی علمبردار عالمی طاقتیں کمزور ملکوں پر چڑھائی کرکے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہیں، پھر دیگر ممالک کو معاشی زنجیروں میں جکڑا جارہا ہے۔ دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر امن عالم کو نیست ونابود کیا جارہا ہے، ثقافتی یلغار سے لوگوں میں ذہنی انتشار اور روحانی بنجر پن کو فروغ دیا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت سے عاری جدید نظام دنیا بھر میں تاریکیاں پھیلا رہا ہے اور انسان ماضی کے وحشی انسان سے کہیں زیادہ وحشت پھیلا رہا ہے۔ پچھلی چند صدیوں میں سامراجی دنیا نے ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ وغیرہ میں کمزور اور محکوم قوموں کی آزادی کو سلب کرنے کی بدترین مثالیں قائم کیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) Hobbes Thomas. "Levithan or the Matter Form and power of a commonwealth, Ecclesiasti- call or civil "in English works. Edited by: William, M. and John, B. London: Everyman's Library, 1914, P.110.

(۲) David Hume. Theory of politics. Edited by: F. Watkins. London: Nelson, 1951, P. 156.

(۳) روسو۔ معاہدہ عمرانی۔ مترجم: ڈاکٹر محمود حسین۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص ۶۵

(۴) Rousseau. The Social contract. translated by: G.D.H. Cole. New York: Everyman's Library 1950, P. 19.

(۵) Roberto Zavalloni, Self-Determination: The psychology of personal

Freedom. Translated by: Vigilio Biasiol. Chicago: FORVM Books, 1962, P. 313.

(۶) ژاں ژاک روسو۔ معاہدۂ عمرانی ۔مترجم؛ ڈاکٹر محمود حسین ۔ص ۶۳

(۷) محمد حبیب۔ ''مقدمہ'' ۔آزادی ۔از جان اسٹوارٹ مل ۔مترجم؛ مولوی سعید انصاری۔ دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ،س ن،ص ۲۲

(۸) جان اسٹوارٹ مل۔ آزادی ۔مترجم؛مولوی سعید انصاری۔ص ۵

(۹) ایضاً۔ص ۳۳

(۱۰) Encyclopedia Americana. Vol 10. Danbury, V.S.A: Grolier Incorporated, International, 1992, P. 303.

(۱۱) جیمز فریزر۔ شاخ زریں ۔جلد اول ۔مترجم؛ سید ذاکر اعجاز ۔لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۵ء،ص ۲۹۳

(۱۲) ایضاً۔جلد دوم ۔ص ۶۳۱

(۱۳) اقبال آفاقی ۔''قدیم مذہبی ادراک''،مشمولہ،سہ ماہی اوراق ۔لاہور: جلد ۳۲،۱۹۹۷ء،ص ۳۸۵

(۱۴) افلاطون ۔ ریاست ۔مترجم؛ ذاکر حسین ۔لاہور: فکشن ہاؤس ۔۱۹۹۷ء،ص ۱۰۲

(۱۵) ایضاً۔ص ۸۵

(۱۶) ایضاً۔ص ۲۲۲

(۱۷) متی ۔25:40 مشمولہ مقدس بائبل ۔لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی،۱۹۹۵ء

(۱۸) سید محمد اکرم اکرام۔ آئینہ آفاق ۔لاہور: سنگت پبلشرز،۲۰۱۱ء،ص ۲۸

(۱۹) سید علی خامنہ ای۔ ''آزادی کا تصور، اسلامی اور مغربی افکار و عقاید کی روشنی میں'' مشمولہ، سہ ماہی پیغام آشنا ۔اسلام آباد: ثقافتی قونصلیت اسلامی جمہوریہ ایران، شمارہ ۱۷، اپریل تا جون ۲۰۰۴ء،ص ۱۲

(۲۰) قرآن مجید ۔سورۃ اعراف ۔آیت ۱۵۷

(۲۱) بحوالہ سید علی خامنہ ای۔ ''آزادی کا تصور اسلامی اور مغربی افکار و عقاید کی روشنی میں'' مشمولہ، پیغام آشنا ۔ص ۴

(۲۲) ظفر علی خاں ۔حبسیات ۔مشمولہ،کلیات مولانا ظفر علی خاں ۔لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب،۲۰۰۷ء،ص ۷۰